یہ کہ ذکر الٰہی جہاد کی ترغیب دیتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ کی کمی کی وجہ

یہ ہے ذکر الٰہی کی اہمیت اور ضرورت۔ لیکن ذکر الٰہی کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جن کی طرف ہماری جماعت کی توجہ نہیں اور اگر ہے تو بہت کم ہے۔ میری فطرت میں خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی سوچنے اور غور کرنے کا مادہ رکھا ہے۔ میں اسی وقت سے کہ میں نے ہوش سنبھالا ہے اس بات کو سوچتا رہا ہوں اور اب بھی اس کی فکر ہے کہ ہماری جماعت میں ذکر اللہ کی جو کمی ہے اسے دور کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پر بہت بڑا زور دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت دعا سے بہت کام لیتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر الٰہی پر بھی بہت زور دیا ہے۔ لیکن اس کی طرف جیسی کہ توجہ کرنی چاہئے اس وقت تک ایسی نہیں کی گئی۔ ایک بہت بڑی وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی تعلیم نے کچھ خیالات بدل دیئے ہیں اور یوروپین تعلیم کے اثر سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یونہی خدا کا نام لینے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی الگ بیٹھ کر کہتا رہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا خدا قدوس ہے' علیم ہے' خبیر ہے' قادر ہے' خالق ہے' تو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کچھ نہیں اس لئے اس طرح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ بھی چونکہ انگریزی تعلیم سے شغل رکھتے ہیں اس لئے وہ بھی اس اثر کے نیچے آگئے ہیں۔ دوسرے ہماری جماعت میں وہ لوگ ہیں جو زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ہی نہ جانتے تھے کہ ذکر الٰہی کیا چیز ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے اس لئے جب تک ان سب کو اچھی طرح نہ بتلایا جائے اور عمدہ طریق سے نہ سمجھا دیا جائے اس وقت تک اس طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ذکر اللہ کم ہے۔ نماز بھی ذکر اللہ ہی ہے۔ جس کی ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے پوری پوری پابندی کی جاتی ہے۔ مگر اس کے سوا اور بھی ذکر اللہ ہیں جن کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ ان کے متعلق گو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ ہماری جماعت میں ہیں ہی نہیں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کم ہیں۔ اور بعض لوگ ان پر عمل نہیں کرتے اور یہ بھی بہت بڑا نقص ہے۔ دیکھو اگر کسی کی شکل خوبصورت ہو مگر اس کی آنکھ یا کان یا ناک خراب ہو تو کیا اسے خوبصورت کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسے سب لوگ بدصورت ہی کہیں گے۔ اسی طرح اگر ہماری جماعت کے بعض لوگ ذکر اللہ کے بعض طریق کو عمل میں نہیں لاتے تو ان کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک شخص نے بڑا قیمتی

لباس،کوٹ ،قمیص ،صدری اور پاجامہ پہنا ہو مگر پاؤں میں جوتا نہ رکھتا ہو یا سر پر پگڑی نہ ہو۔ گو اس کا تمام لباس اچھا ہو گا مگر ایک پگڑی یا جوتے کے نہ ہونے سے اس میں نقص ہو گا۔ اور اعلیٰ درجہ کے لوگ پسند نہیں کرتے کہ ان کی کسی بات میں نقص ہو۔ پس جب تمام طریقوں سے ذکراللہ نہ کرنا ایک نقص ہے اور پھر جب ہم یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ نماز کے علاوہ بعض دوسرے طریقوں سے ذکر اللہ کرنے کا بھی خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے چاہے ان کی حکمت کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور رسول کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے تو ضروری ہے کہ روحانیت کا کمال حاصل کرنے کے لئے ان طریقوں پر بھی عمل کیا جاوے۔ ہماری جماعت میں نوافل کے ادا کرنے کی طرف پوری توجہ نہ ہونے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے ذکر اللہ کے اس طریق ذکر کے فوائد کو سمجھا نہیں۔ وہ فرائض کو ادا کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے کام پورا کر لیا۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اور خود نہیں فرماتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ ....فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا۔ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوافل سے میرا بندہ مجھ سے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔

اس سے آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے نوافل کا کتنا بڑا درجہ رکھا ہے اور نوافل پڑھنے والے کے لئے کتنا بڑا مقام قرار دیا ہے۔ گویا ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ انسان کو اس حد تک پہنچا دیتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات اپنے اندر لے لیتا ہے۔ پس نوافل کوئی معمولی چیز نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ بہت لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان میں بہت کمزوری اور سستی ہے اس لئے وہ کم سے کم ریاضت کو عمل میں لانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں کی کمزوریوں سے واقف اور ان پر بہت بڑا رحم کرنے والا ہے اس نے کچھ تو فرائض مقرر کر دیئے ہیں اور کچھ نوافل۔ فرائض تو اس لئے کہ اگر کوئی شخص ان کو پورا کرلے گا تو اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر اسلام کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا۔

خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَقَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ صِیَامُ رَمَضَانَ قَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُہٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَ ذَکَرَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الزَّکٰوۃَ قَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَ ھُوَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا وَلَا اَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ۔ (بخاری کتاب الایمان باب الزکوٰۃ من الاسلام) رسول کریم ﷺ نے اس کو فرمایا کہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے کہا کیا ان کے سوا اور بھی ہیں۔ رسول کریم نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر تو نفل کے طور پر پڑھے۔ پھر رسول کریم نے فرمایا۔ ماہ رمضان کے روزے۔ اس نے کہا۔ کیا ان کے سوا اور بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر جو تُو نفل کے طور پر رکھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اسلام میں زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ اس نے کہا کیا اسکے سوا اور بھی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر جو تو نفل کے طور پر دے۔ یہ سن کر وہ شخص یہ کہتا ہؤا چلا گیا۔ کہ خدا کی قسم! میں نہ ان میں زیادتی کروں گا نہ کمی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انسان فرائض کو پوری طرح ادا کرلے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر محتاط اور دور اندیش انسان صرف فرائض کی ادائیگی پر ہی نہیں رہتا بلکہ وہ نوافل میں بھی قدم رکھتا ہے تاکہ اگر فرائض کے ادا کرنے میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ اس طرح پوری ہو جائے۔ مثلاً دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہے۔ ایک ایسا شخص جو یہ نمازیں تو ادا کرتا ہے مگر نوافل نہیں پڑھتا، ممکن ہے کہ اس کی ایک نماز ایسی ادا ہوئی ہو جو اس کی کسی غلطی کی وجہ سے ردی ہو گئی ہو اور قیامت کے دن اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آکر نماز پڑھی۔ آپ نے اسے فرمایا پھر پڑھ اس نے پھر پڑھی۔ آپ نے فرمایا پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھی تیسری دفعہ آپ نے فرمایا پھر پڑھ اس نے پھر پڑھی۔ جب آپ نے چوتھی دفعہ اسے پڑھنے کے لئے کہا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس سے زیادہ مجھے نماز نہیں آتی آپ بتائیں کس طرح پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے جلدی نماز پڑھی ہے اس لئے قبول نہیں ہوئی آہستہ پڑھو۔ (بخاری کتاب صفۃ الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم)

تو بعض اوقات ایسے نقص ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی۔ لیکن وہ

شخص جو فرض نماز کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا ہے اس کی اگر کوئی نماز قبول نہ ہو تو نوافل اس کو کام دے سکیں گے اور اس کمی کو پورا کر دیں گے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص ایسا امتحان دینے کے لئے جائے جس میں پاس ہونے کے لئے صرف پچاس نمبر حاصل کرنے کی شرط ہو اور وہ جاکر اتنے سوال حل کر آئے۔ جن کے پچاس ہی نمبر ہوں اور یقین کرلے کہ میں پاس ہو جاؤں گا۔ یہ اس کی غلطی ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی سوال غلط نکل آئے اور اسے پورے پچاس نمبر حاصل نہ ہو سکیں اور وہ فیل ہو جائے۔ اسی لئے جو ہوشیار اور سمجھدار طالب علم ہوتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں جو سوال آتے ہوں وہ بھی اور جو نہ آتے ہوں وہ بھی سارے کے سارے حل کر آتے ہیں کہ شاید سب کے نمبر مل ملا کر پاس ہو سکیں۔ پھر اگر کوئی سفر میں چلے اور اندازہ کرلے کہ مجھے اس قدر خرچ درکار ہوگا اور اسی قدر اپنے ساتھ لے لے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ غلط نکلتا ہے اور اسے سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے ہوشیار اور عقلمند لوگ اندازہ سے کچھ زیادہ لے کر چلتے ہیں تاکہ اتفاقی اخراجات کے وقت تکلیف نہ ہو۔ تو نوافل اتفاقی اخراجات کی طرح ہوتے ہیں اور نہایت ضروری ہیں اس لئے ان کو ادا کرنے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔

دوسری وجہ ہماری جماعت کے لوگوں کی ذکر الٰہی کی طرف پوری توجہ نہ کرنے کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان نام کے صوفیاء کے رد میں جو اس زمانہ میں پیدا ہو گئے اور جنہوں نے مختلف قسم کی بدعات پھیلا رکھی ہیں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ان کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تمہارے طوطے کی طرح وظائف پڑھنے کا کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ تم مصلّوں پر بیٹھے کیا کر رہے ہو جبکہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں تم کیوں اٹھ کر جواب نہیں دیتے۔ اس طریق سے حضرت مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے اور واقعہ میں یہ لوگ مذمت کے ہی قابل تھے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس سے یہ غلطی کھائی ہے کہ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ شاید بیٹھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا ہی لغو ہے۔ حالانکہ اس طرح ذکر کرنا لغو نہیں ہے بلکہ اس کی تو غرض یہ ہے کہ خدا کی تقدیس اور تحمید ہو مگر وہ لوگ چونکہ صرف گھروں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور باہر نکل کر جہاں کہ خدا تعالیٰ کی مذمت ہو رہی تھی کچھ نہیں کرتے تھے اس لئے ان کو حضرت مسیح موعودؑ نے ڈانٹا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ واقعہ میں خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو اس کی تقدیس اور تحمید بیان کرتے ہو تو جس طرح گھروں میں بیٹھ کر اس کی پاکی

بیان کرتے اور اس کی حمد کرتے ہو اسی طرح گھروں سے باہر نکل کر بھی کرو۔ چونکہ انہوں نے سستی اور کاہلی کی وجہ سے باہر نکل کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیا تھا اس لئے ان کو ڈانٹا گیا ہے کہ یہ تو منافقت ہے۔ کیونکہ اگر تمہارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور عشق ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ جب مخالفین خدا تعالیٰ پر حملہ کرتے ہیں اس وقت تم باہر نکل کر ان کا دفعیہ نہیں کرتے۔ اور کیا وجہ ہے کہ جس طرح تم لوگ گوشوں اور کونوں میں خدا تعالیٰ کو پاک بیان کرتے ہو اسی طرح پبلک سٹیجوں پر نہیں کرتے۔

موجودہ صوفیاء کا ذکر الٰہی

پھر ان کو ڈانٹنے کا یہ بھی باعث ہؤا کہ ہر کہ گیرد علتے علت شود کے مطابق ذکر اللہ کو ان صوفیاء اور گدی نشینوں نے ایسے رنگ میں استعمال کیا کہ بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور اسلام نے جس رنگ میں پیش کیا تھا اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہنے دیا۔ چنانچہ اب ذکر اللہ کیا ہے یہ کہ دل سے آواز نکال کر سُر تک لے جائی جائے اور اس زور سے چیخا جائے کہ سارے محلہ پر آرام حرام کر دیا جائے اور ارد گرد کے سب لوگوں کی عبادت خراب کر دی جائے۔ اس کو وہ قلب پر ضرب لگانا کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک دل ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو زور سے گھسیڑا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض نے یہ طریق نکال رکھا ہے کہ شعر سنتے اور قوالیاں کراتے اور کنچنیاں نچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکر الٰہی کی مجلس گرم ہو رہی ہے۔ پھر دل بہلاتے ہیں کہ اس میں سے اللہ اللہ کی آواز آئے۔ غرض عجیب عجیب باتیں ایجاد کر لی گئی ہیں۔ کہیں دل بہلائے جاتے ہیں کہیں قلب پر چوٹ لگائی جاتی ہے کہیں روح سے آواز نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ سب نام انہوں نے اپنے آپ ہی رکھ لئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم قلب سے ذکر بلند کرتے ہیں اور وہ عرش پر سجدہ کر کے واپس آتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم جسم کے ہر عضو سے اللہ اللہ کی آواز نکالتے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی بدعات انہوں نے ایجاد کر لی ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اور ناچتے ہیں۔ بعض یوں ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص کچھ اشعار وغیرہ پڑھتا ہے اور دوسرے ناچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وجد آ گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ پھر مجلس میں بیٹھے بیٹھے یک لخت بہت اونچی آواز سے اللہ اللہ کہہ کر کود پڑتے ہیں۔ تو اس قسم کے عجیب عجیب ذکر نکالے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذکر الٰہی کوئی بری چیز ہے ہاں یہ کہنا چاہئے کہ یہ بدعتیں

جو ان لوگوں نے پیدا کرلی ہیں یہ بری ہیں۔ مگر ان لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہے حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ (نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین کیف الخطبۃ للعیدین) ہر ایک نئی بات جو دین میں پیدا کی جائے وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے ذکر خدا تعالیٰ کے قریب لے جانے والے نہیں بلکہ بہت دور کر دینے والے ہیں۔ چنانچہ جب سے اس قسم کے ذکر نکلے ہیں اسی وقت سے مسلمان خدا تعالیٰ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ چونکہ یہ سب باتیں بدعت ہیں اور جب خدا تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کے خلاف کیا جائے گا تو ضرور ہے کہ اس سے روحانیت کمزور ہو اس لئے مسلمانوں میں سے روحانیت مٹ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان بدعتوں میں ایک خاص بات ہے جس کی وجہ سے بظاہر لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ مگر چونکہ وہ ساری لذت اور سرور بناوٹی ہوتا ہے اس لئے حقیقی لذت سے غافل ہو کر بناوٹی کے پیچھے لگ جاتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص کے پیٹ میں درد ہو۔ لیکن وہ بجائے اس کے کہ اس کا علاج کرے افیم کھا کر سو رہے۔ اس کا عارضی نتیجہ تو یہ ہوگا کہ بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے اسے آرام محسوس ہوگا مگر دراصل وہ ہلاک ہو رہا ہوگا اور ایک وقت آئے گا جبکہ وہی درد اس کو ہلاک کر دے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ آج کل جس کا نام لوگوں نے ذکر رکھا ہؤا ہے وہ ایک علم ہے جسے علم الترب کہتے ہیں اور انگریزی میں مسمریزم۔ اور ایک دوسرا علم ہے جس کا نام ہپناٹزم ہے جو فرانس کے ایک ڈاکٹر نے ایجاد کیا ہے۔ اس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ خیال سے تعلق رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ نے خیال میں ایک ایسی طاقت رکھی ہے کہ جب خاص طور پر اسے ایک طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو اس میں ایک خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ قلب میں لذت اور سرور بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ لذت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ افیم، کوکین، یا بھنگ پی کر حاصل ہوتی ہے حالانکہ دراصل وہ لذت نہیں ہوتی بلکہ صحت کو خراب کر دینے والی بیہوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح جب اجتماع خیال سے اعصاب پر اثر ڈالا جاتا ہے تو ایک قسم کی غنودگی طاری ہو جاتی ہے جس سے لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ اللہ کہنے کی لذت ہے حالانکہ اس وقت اگر وہ رام رام بھی کہیں تو بھی ویسی ہی لذت محسوس ہو۔ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کشتی میں بیٹھے کہیں جارہے تھے انہوں نے ذکر کرنا شروع